وفیات

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ

مولانا محمد فاروق خاں بھی رخصت ہوئے۔

ابھی معروف مصنف وعالم دین مولانا سید جلال الدین عمری (سابق امیر جماعت اسلامی) اور ان کے بعد ناظم ندوۃ العلما استاذ مکرم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے جانے کا غم تازہ ہی تھا کہ عیدالاضحیٰ سے ٹھیک ایک دن پہلے ۲۸؍ جون ۲۰۲۳ء کو معروف ہندی و اردو مترجم قرآن، صاحب ''کلام نبوت'' مولانا محمد فاروق خاں بھی اکانوے سال کی عمر میں رخصت ہوئے۔ وہ اسلام کے علاوہ ہندو مذہب کے بھی ماہر، متعدد کتابوں کے مصنف، فنافی العلم، قرآن کے شیدا، عارف نکتہ داں اور صاحب ذوق ومعرفت صوفی تھے۔ خدا کی عظمت میں جینے والے، دنیا اور زخارف دنیا سے بے رغبت اور مختلف علوم پر مہارت رکھنے کے باوجود نہایت خاک سار انسان۔

حالاں کہ خاصے عرصہ سے علیل تھے، مگر باجماعت نماز کی حاضری نہ چھوٹتی تھی کہ ان کی نماز نماز عشق تھی۔ ان کی گفتگو گہری، مگر شگفتہ اور عارفانہ نکتوں سے بھری ہوتی اور ان کے پاس بیٹھ کر جی لگتا تھا:

بہت لگتا تھا جی صحبت میں ان کی

وہ عیدالاضحیٰ سے ایک دن قبل عید منانے کے لیے اپنے صاحب زادے کے پاس لکھنؤ پہنچے تھے۔ عصر کے وقت ان کا انتقال ہوا اور لکھنؤ کے راجہ جی پورم میں نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر بذریعہ ایمبولینس سلطانپور ان کے گاؤں لے جایا گیا اور وہیں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

مولانا محمد فاروق خاں ۱۹۳۲ء کو ضلع سلطان پور کے کرپی حمزہ پور پٹھان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پٹھانوں کے یوسف زئی قبیلہ سے نسبی تعلق ہے۔ قریب میں واقع نانہال (مصورن گاؤں) میں نشو ونما پائی۔ وہ بچپن سے ہی نیکی وصلاح وتقویٰ کی طرف مائل تھے اور اہل اللہ کی صحبتوں میں بیٹھنے کے دل دادہ۔ چنانچہ بچپن میں

ایک بار مولانا حسین احمد مدنی اپنے وطن ٹانڈہ تشریف لائے۔ اطراف میں ان کے منتسبین نے ان کے بہت سے تبلیغی و اصلاحی پروگرام رکھے۔ فاروق خاں اپنے گاؤں کرپی سے ٹانڈہ تقریباً ۴۵ کلو میٹر کا سفر پیدل طے کر کے وہاں گئے اور کئی دن تک حضرت مدنی کی صحبتوں سے فیض اٹھایا۔ ایک بار مولانا مدنی جونپور میں تشریف فرما ہوئے تو فاروق صاحب نے والد سے اجازت مانگی، مگر انھوں نے اجازت نہ دی۔ جب وہ سو گئے تو رات کو چپکے سے نکل گئے اور پیدل جونپور پہنچ کر کئی دن وہاں رہے۔ یعنی حصول دین و علم دین کے لیے وہ بچپن سے ہی شدائد و مشقتیں اٹھانے کے خوگر تھے۔

آج ان کے گاؤں میں ان کے نام پر ''الفاروق پبلک اسکول'' ان کی یادگار ہے۔ جس کی بنا و تکوین میں ان کے لائق صاحب زادے طارق انور ندوی اور فاؤنڈیشن فار سوشل کیئر لکھنؤ کے روح رواں مولانا ظہیر احمد صدیقی ندوی صاحب کا نمایاں کردار ہے، جو مولانا مرحوم کے خاص قدر دانوں میں ہیں۔ مولانا فاروق خاں نوجوانی میں ہی جماعت اسلامی سے وابستہ ہو گئے تھے۔ تعلیمی سلسلہ ہائی اسکول تک پہنچا تو موضع کوہنڈہ اعظم گڑھ آئے، جہاں ان کی رشتہ داریاں تھیں، وہاں ایک دینی ادارہ میں تدریس کی ذمہ داری انجام دینے لگے۔ اعظم گڑھ میں قیام کے دوران میں ہی مولانا غالب احسن اصلاحی، مولانا اقبال احمد قاسمی اور قرآن کے رمز شناس مولانا حافظ امانت اللہ اصلاحی کی صحبتوں نے مولانا محمد فاروق خاں کو قرآن پاک کے مطالعہ اور تدبر کی راہ کا رہرو بنا دیا۔ مولانا نے اپنے شوق سے عربی زبان سیکھی اور اس میں اتنا درک حاصل کر لیا کہ ابن قیم کے ایک رسالہ کو عربی سے اردو میں منتقل کیا۔ بی اے اور ایم اے انھوں نے بعد میں کیا۔ ابن تیمیہ کی ایک کتاب کا ہندی ترجمہ کیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہندی زبان میں ایم اے کیا تھا، ہندی میں ان کی مہارت کے مد نظر رامپور میں ادارہ ''الحسنات'' کے بانی اور جماعت کے اکابر میں سے ایک بزرگ جناب ابو سلیم محمد عبد الحی نے ان کو ۱۹۵۷ء میں قرآن کا ہندی ترجمہ کرنے کے لیے بلایا، اس وقت ان کی عمر صرف ۲۵ سال تھی۔ شروع میں صرف ایک مہینا کے لیے بلایا گیا تھا، جب ان کی صلاحیت اور لگن کا اندازہ ہو گیا تو ان کو وہیں روک لیا گیا۔ چنانچہ چار سال ہی میں ان کے قلم سے ہندی میں قرآن پاک کا ترجمہ سامنے آیا جو بہت مقبول ہوا۔ ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں رامپور کے مرکز جماعت میں وہ مولانا صدر الدین اصلاحی سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۶۶ء میں یہ ترجمۂ قرآن طبع ہوا۔

''ہندی ترجمۂ قرآن کے بعد مرکز جماعت اسلامی ہند کے پروجیکٹ کے تحت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

کے اردو ترجمۂ قرآن کو بھی ہندی زبان میں منتقل کرنے کا کام انجام دیا، جس کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور جو اس وقت مقبول ترین ہندی ترجموں میں شامل ہے" (مطالعات ومشاہدات ۸، ابوالاعلیٰ سبحانی)۔ اس کا دیباچہ مولانا مودودی نے لکھا ہے۔ مولانا فاروق خاں نے ترجمہ وتفسیر کے سلسلہ میں مولانا مودودی سے مراسلت بھی کی۔ مکتوبات مودودی کے ایک نئے مجموعہ میں مولانا فاروق خاں صاحب کے مولانا مودودی کے نام متعدد مکاتیب پائے جاتے ہیں۔ متعدد آیات کی تفسیر وتوضیح میں مولانا نے ان کی رہنمائی فرمائی (ملاحظہ ہو: فرائی ڈے اسپیشل)۔

اس کے علاوہ فاروق خاں صاحب نے خود بھی اردو میں بھی قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔ اردو ترجمہ کے محرک رامپور کے جناب سید امجد علی بنے تھے، جس میں کئی مقامات پر انھوں نے والد ماجد مرحوم علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی کے ترجمہ وتفسیر کا تتبع کیا ہے۔ اِس کے دو ایڈیشن نکل گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان اور کشمیر میں کئی صاحب خیر حضرات نے ان کے ترجمہ کو شائع کرا کے فی سبیل اللہ تقسیم کیا۔ دہلی کے معروف مدرس قرآن اور شگفتہ بیان واعظ مولانا اخلاق حسین قاسمی نے بھی اس ترجمہ پر ان کو مبارک باد دی تھی۔ جب مولانا کا ترجمۂ قرآن منظر عام پر آیا تو مجلہ اردو "بک ریویو" نے خاک سار کو اُس پر تبصرہ کرنے کا مکلف بنایا، اس نے تبصرہ کیا جو مذکورہ مجلہ میں چھپا۔ مولانا نے خود لکھا ہے کہ "یہ ترجمہ حتی الامکان عربی متن سے قریب سے قریب تر رہ کر کیا گیا۔ پھر یہ ترجمہ جس زبان (اردو) میں پیش کیا گیا ہے، اُس کے اسلوب اور مزاج کا بھی حتی الامکان لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے" (دیباچہ اشاعت اول ۱۹۹۹ء)۔

مولانا فاروق خاں کے ہندی ترجمۂ قرآن کے ذریعے سے کئی غیر مسلموں کو قبول اسلام کی تحریک ملی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ہندو مذہب سے متعلق بھی کئی کتابیں لکھیں، مثلاً "ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں"، "ہندو دھرم کی کچھ قدیم شخصیتیں"۔ مولانا محمد فاروق خاں ایک لمبی مدت تک معروف ہندی اسلامی جریدہ "کانتی" سے بھی وابستہ رہے۔ مولانا نے ہندی ترجمۂ قرآن میں بعد میں حواشی بھی لکھے، جن میں اختصار کے ساتھ قرآن کے تمام انسانیت کے لیے خدا کا آخری پیغام ہونے کو موثر انداز میں ابھارا گیا ہے۔ ان کے ترجمہ اور تفسیری حواشی میں غیر مسلم ذہن کو اور خاص طور پر برادران وطن (ہندو) ذہن کو سامنے رکھا ہے جو اپنے فکر وفلسفہ پر بہت نازاں ہے۔

اپنے ترجمۂ قرآن، نیز درسوں میں مولانا "قرآن کے شاہانہ اسلوب" کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اس حوالے سے بہت سی آیات کے ترجموں اور مفاہیم میں وہ دوسرے مترجمین سے اختلاف کرتے تھے۔ پرانی دہلی،

اور جامع مسجد کے اطراف میں کئی جگہوں پر انھوں نے سالہاسال درس قرآن دیا۔اوراس درس میں پانچ بار قرآن کریم مکمل کیا۔

مولانا محمد فاروق ہندوستانی مسلمانوں کے ان گنے چنے لوگوں میں سے تھے جنھوں نے عیسائیت، بودھ مت کے علاوہ ہندو فلسفہ وفکر کو گہرائی کے ساتھ، ہندی وسنسکرت میں پڑھ کر سمجھا تھا۔وہ اس ملک کے ذہن اور مزاج کو اچھی طرح سمجھتے تھے، لہٰذا انھیں مخاطب کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ برادران وطن کو مخاطب کرتے ہوئے مولانا فاروق صاحب ان کی زبان اور لفظیات ہی نہیں، بلکہ لہجہ، انداز، طرز استدلال اور طرز بیان بھی وہ اختیار کرتے جو ان سے ہم آہنگ ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے بارہا دیکھا کہ پرانی دہلی کی گنجان گلیوں کو پار کر کے جہاں کھوے سے کھوا چھلتا ہے، غیر مسلم ان کی محفلوں میں پہنچا کرتے اور ان کی باتیں دل چسپی سے سنتے۔ایک بار خاک سار مولانا کی زیارت کو گیا تو بھرت جھن جھن والا (معاشی کالم نگار) کو ان کے پاس پایا جو پشکر* پر لکھی گئی اپنی ایک تھیسس پر مولانا کے تاثرات معلوم کرنے کے لیے آئے تھے۔

ملک کے مختلف شہروں میں انھوں نے کتنی ہی محفلوں، مجلسوں اور سیمیناروں کو خطاب کیا، جن میں شرکا کی اکثریت برادران وطن پر مشتمل تھی اور اسلام کا مثبت تعارف ان کے درمیان پیش کیا۔

قرآن کریم کی طرح ہی مولانا فاروق خاں کو حدیث و سنت سے بھی بے حد شغف تھا اور ان کی کتاب ''کلام نبوت'' (سات حصے) کا اس لحاظ سے اردو لٹریچر میں ایک خاص مقام ہے کہ اس مجموعہ میں اسلام کو ایک مکمل فلسفۂ حیات اور نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور آسان اور رواں زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ طرز بیان عقلی اور تحلیلی ہے۔اور اس کام کے لیے قیم جماعت مولانا افضل حسین صاحب محرک بنے تھے۔یہ کتاب بھی اردو و ہندی، دونوں زبانوں میں لکھی گئی ہے۔

مولانا فاروق خاں وسیع المطالعہ، وسیع المشرب اور صاحب فکر عالم و دانش ور تھے۔اس کے علاوہ ان کو مولانا وحید الدین خاں سے بھی قربت رہی۔غالباً قریبی رشتہ بھی رہا۔خود مولانا وحید الدین خاں بھی مولانا فاروق خاں صاحب کی صلاحیتوں کے معترف تھے اور ان کو ایک روحانی انسان کہا کرتے۔یہاں تک کہ مولانا فاروق صاحب

---

* پشکر ہندوستان ریاست راجستھان میں ایک شہر ہے جو آج ہندو وسکھ تیرتھ استھان ہے، حیرت انگیز طور پر مکہ مکرمہ اور اطراف مکہ اور پشکر کے اطراف میں کچھ جغرافیائی مشابہتیں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے اسکالر بھرت نے یہ نتیجہ نکالا کہ قرآن میں مذکور وادی بکہ دراصل پشکر کا ہی مقام ہے۔

کی شعری صلاحیتوں پر ایک مضمون بھی مولانا وحید الدین خاں نے اپنی عادت سے ہٹ کر لکھا ہے۔ یاد رہے کہ مولانا فاروق خاں ایک باکمال شاعر بھی تھے، فراز تخلص کرتے اور ان کا دیوان ''حرف و صدا'' شائع ہوا ہے۔ شعر میں انھوں نے والد ماجد علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی سے بھی اصلاح لی تھی، جو فن عروض کے بھی ماہر تھے۔ راقم نے بھی ان کے شعری محاسن پر ایک مضمون لکھا تھا جو ''زندگی نو'' میں شائع ہوا۔

جماعت اسلامی سے فکری و عملی وابستگی کے ساتھ ہی مولانا فاروق خاں فکر فراہی کے بھی خوشہ چینوں میں تھے اور اس مکتب فکر کے بڑے علما علامہ حمید الدین فراہی، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا امانت اللہ اصلاحی اور استاذ محترم مولانا عنایت اللہ سبحانی سے متاثر تھے۔ انھوں نے ایک انٹرویو میں علامہ حمید الدین فراہی کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا: ''جن لوگوں سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا ہوں ان میں سر فہرست علامہ فراہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کو میں دین کی آبرو سمجھتا ہوں، علامہ فراہی بہت گہرے آدمی تھے'' (مطالعات و مشاہدات ۱۰، ابوالاعلیٰ سبحانی)۔

صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ وہ ہر مکتبۂ فکر کی نمایندہ شخصیات سے ملاقات کرتے اور ان سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ دہلی میں ایک قدیم وضع کے عالم اور صوفی ابوالحسن زید فاروقی تھے، جن میں حنفی مسلک میں تشدد بھی تھا اور مزاج میں بھی درشتی تھی۔ وہ جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل تھے اور علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مولانا فاروق خاں ان کے ہاں بھی آمد و رفت رکھتے اور بعض طالبان علم کو ان کے پاس بھیجتے تو ان کے مزاج کے بارے میں بتا بھی دیتے کہ ان سے استفادہ کرنا آسان نہیں ہے۔ ماضی قریب میں عالمی سطح پر ہندو مذہبی مفکر و عالم اچاریہ رجنیش (اوشو) کا بڑا غلغلہ رہا ہے۔ بمبئی میں مولانا فاروق خاں نے بھی اچاریہ رجنیش سے ملاقات کی اور مذاکرہ کیا۔ اسی طرح اور ہندو سوامیوں سے بھی ان کی ملاقاتیں رہی ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات کے سربراہ مولانا محمد تقی امینی نے ان سے ایک بار پوچھا کہ میاں آپ اسلام کی مختصر تعریف کیا کریں گے؟ کہنے لگے: دیدۂ پاک، دل پاک، زندگی پاک یہی اسلام ہے۔ مولانا تقی امینی صاحب نے ایک سوال ان سے یہ بھی کیا: قرآن میں دوزخیوں کی حالت کے بارے میں کہا گیا ہے: 'لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى'، ''اس میں ان کو نہ موت آئے گی، نہ زندگی ملے گی'' (الاعلیٰ ۸۷: ۱۳)، جب کہ یا تو موت ہوتی ہے یا زندگی، پھر یہ کون سی حالت ہوگی؟ فاروق صاحب نے جواب دیا: زندگی تین چیزوں کا نام ہے: لذت، سکون اور مسرت۔ دوزخ میں یہ تینوں چیزیں ختم ہو جائیں گی، اس لیے وہ زندہ تو ہوں

گے، مگر ان کی زندگی زندگی نہ ہوگی اور موت ان کو آنی نہیں، اسی کیفیت کو آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

بہت سے لوگ شاید یہ نہ جانتے ہوں کہ مولانا فاروق خاں تصوف کی طرف بھی میلان رکھتے تھے، بلکہ باضابطہ ایک شیخ طریقت سے سلسلۂ مجددیہ میں بیعت تھے۔ تاہم قرآنی الفکر ہونے نے ان کو تصوف کی بہت سی نظری گم راہیوں اور ضلالتوں سے بچائے رکھا۔

مولانا فاروق خاں نے کئی مبسوط کتابوں کے علاوہ ۶۰ کے قریب کتابچے تصنیف کیے۔ ان کے موضوعات میں حیرت انگیز طور پر بڑا تنوع تھا۔ جماعت اسلامی کے کسی مصنف کے ہاں اتنی رنگارنگی اتنا تنوع اور اتنا شدید جمالیاتی احساس نہیں ملے گا، جتنا مولانا مرحوم کے ہاں تھا۔

راقم خاک سار بچپن سے ہی مولانا کا نیاز مند رہا۔ بارہا ان سے ملنے، ان کے پاس بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے کے مواقع ملے۔ پرانی دہلی میں جماعت کے قدیم دفتر میں مولانا عرصہ دراز تک مقیم رہے۔ شروع کے دو کمرے ان کی کتابوں کے لیے خاص تھے۔ تھوڑا سا آگے بڑھتے تو ان کا رہایشی کمرہ تھا اور وہ بھی کتابوں سے بھرا ہوا۔ کتابوں کے درمیان درویشانہ شان سے مولانا رہا کرتے۔ جب بھی ان کے ہاں حاضری ہوتی وہ اپنے ہاتھوں سے ابوالکلامی چائے بڑے اہتمام سے بنا کر پلاتے اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی تحفہ دیتے۔ مولانا مرحوم سے تعلق خاطر اور نیاز مندی کی خاص وجہ یہ تھی کہ وہ والد ماجد علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی کے علوم و معارف کے بڑے قدرداں تھے، یہاں تک کہ ان کی تفسیر سے استفادہ کی غرض سے وہ ایک بار برادر مکرم مرحوم مولانا انظار الحق ہدایتی کے ہم راہ ہمارے گاؤں رانڈھنہ بھی تشریف لے گئے اور ''مفتاح القرآن'' کے تفسیری مسودوں کی فوٹو کاپی کرا کے ساتھ لے گئے۔ گاہے بگاہے والد مرحوم کے نام ان کے خط بھی آتے۔ ایک بار انھوں نے والد مرحوم سے قراءات سبعہ اور سبعۃ احرف کے بارے میں اپنے اشکالات پیش کرکے ان کا جواب دینے کی استدعا بھی کی اور حضرت والد مرحوم نے اس موضوع پر ایک مقالہ لکھنا بھی شروع کیا، مگر اپنی شدید مصروفیات کے باعث وہ غالباً اس کو پورا نہیں کر سکے اور دو صفحات سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ حضرت والد مرحوم کی کتاب ''بخاری کا مطالعہ'' کے سلسلے میں انھوں نے کھل کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور اس پر تقریظ لکھی۔

بہرحال، راقم کا یہ معمول رہا کہ جب تک دہلی میں قیام رہا، گاہے بگاہے مولانا فاروق خاں کی خدمت میں حاضری دیتا اور ان سے علمی و فکری غذا لیتا۔ علی گڑھ آنے کے بعد اس معمول میں فرق آیا، تاہم جب بھی دہلی جانا ہوا تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کی۔ تفسیر ''مفتاح القرآن'' کی پہلی جلد شائع ہوئی تو میں

کتاب لے کر حاضر ہوا۔ بڑے خوش ہوئے، سینے سے لگایا اور راقم کے انکار کے باوجود اس کا ہدیہ ادا کیا۔

مولانا فاروق خاں مرحوم ایک خاص روحانی اسلوب میں ڈوب کر درس قرآن دیتے تھے۔ ان کا درس بلیغ اور موثر ہوتا۔ وہ نوجوانوں میں بھی بہت مقبول تھے اور ان کے ذوق، معلومات اور فہم سے قریب تر اسلوب میں گفتگو کرتے۔ مثال کے طور پر کشمیر میں نوجوانوں کے ایک پروگرام میں انھوں نے سورۂ اعلیٰ کا درس دیا تھا، جسے القلم پبلیکیشنز نے ''پیام اعلیٰ'' کے نام سے چھاپ دیا ہے۔ اس میں مولانا کے اس اسلوب کی بھرپور نمایندگی ہوئی ہے۔

انھوں نے زندگی میں جو ٹھان لیا، اسے پورا کیا۔ وہ کسی روایتی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے، مگر انھوں نے نوجوانی میں ٹھان لیا تھا کہ اسلامی علوم اور قرآن وحدیث کو ان کی سرکاری زبان عربی میں پڑھنا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے جس طرح انھوں نے جاں فشانی سے عربی وفارسی کی تحصیل کی، وہ قابل رشک ہے۔ اسی طرح وہ عقلی اشکالات کو حل کرنے کے لیے لطیفوں سے بہت کام لیتے اور نئے نادر نکتوں سے سوالوں کو حل کرتے تھے۔ مولانا فاروق خاں فرماتے: ہر دین کا ایک مزاج ہوتا ہے، اسلام کا مزاج احساس لطافت ہے۔ اور 'ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ' سے استدلال کرتے ہوئے وہ کہتے تھے کہ زندگی کی اعلیٰ قدریں ہی دین ہیں۔

ہر سال وسط رمضان میں اپنے گاؤں پہنچ جاتے اور وہاں اعتکاف کرتے۔ عید کے بعد گاؤں اور اس کے اطراف میں دینی واصلاحی تقاریر کرتے، جن میں اپنے مخاطبین کے مدنظر کبھی اردو، کبھی ہندی اور کبھی ملی جلی اردو اور دیہاتی زبان میں دین کی تعلیمات گاؤں کے لوگوں تک پہنچاتے۔

مولانا فاروق خاں کتابیں جمع کرنے اور پڑھنے کے رسیا تھے۔ جب تک صحت بہتر رہی، دہلی کے دریا گنج کی اتوار مارکیٹ کا چکر ضرور لگاتے اور کتابیں خریدتے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں بہت نادر اور منتخب کتابیں تھیں۔ جو اخیر میں انھوں نے غالباً مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کو دے دی تھیں اور اب سے کئی سال قبل بہت سی کتابیں لکھنؤ کے ایک ادارہ (نالج اکیڈمی) کو دے چکے تھے۔ خاک سار کو بہت بار ان کی لائبریری سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ مولانا کے پاس وہ کتابیں بھی مل جاتی تھیں جو عام کتب خانوں اور لائبریریوں میں بھی آسانی سے نہیں ملتیں۔ مثال کے طور پر محمود احمد عباسی صاحب کی کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' اور اس کا تکملہ راقم نے ان کے پاس ہی سب سے پہلے دیکھی اور پڑھی۔ اسی طرح مولانا عمر احمد عثمانی کی ''فقہ القرآن'' دو جلد (اب دہلی کے ایک مکتبہ نے بھی شائع کر دی ہے)۔ علامہ تمنا عمادی کی کتابیں وغیرہ۔ نئی اور نادر اور جدت وندرت کی

حامل کتابیں کسی نہ کسی طرح مولانا کے حجرہ تک پہنچ ہی جاتیں۔

مولانا محمد فاروق خاں نے شعر و ادب، فلسفہ و تصوف، مذاہب و افکار، تاریخ و تہذیب، تقابل ادیان اور ہندو مذہب و فلسفہ، اخلاقیات اور روحانیات، سبھی کا مطالعہ کیا اور سب میں مہارت بہم پہنچائی، مگر ان کے فکر و تدبر کا اصل مرکز و محور کتاب اللہ بنی رہی، یہی معاصرین میں ان کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

خاک سار نے ان کو بارہا دیکھا، ہر بار ایک ہی عالم میں پایا۔ رہن سہن میں بہت آرام و آسایش کی جستجو کبھی کرتے نہ پایا، نہ کسی کا شکوہ و شکایت کرتے دیکھا۔ لباس و پوشاک میں بہت ہی سادگی برتتے اور کبھی عالمانہ امتیاز کی کوشش نہ کرتے۔ نہ ان کو اپنی عظمت کے نقوش قائم کرنے سے کوئی دل چسپی تھی اور نہ عجز و انکسار کا غیر فطری اعلان و اظہار کرنے سے۔ ادیب حسن رضا کہتے ہیں کہ ''عمر کے آخر میں ان کی آنکھیں جیسے محبوب حقیقی کے شوق میں کچھ زیادہ ہی سرگرداں تھیں''۔

ایک رفیق نے ان سے نصیحت کی درخواست کی تو چند ثانیے توقف کے بعد فرمایا: ''اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمھیں پتا چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارا کیا مقام ہے تو یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا تمھارے ہاں کیا مقام ہے''۔ کسی عارف کا قول ہے: 'من عرف نفسه فقد عرف ربه'۔ مولانا کو دیکھ کر اس قول کی صداقت معلوم ہوتی تھی۔

وہ اقبال کے اس شعر کے سچے مصداق تھے:

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

غالب نے شاید ایسے ہی کسی شخص کے لیے کہا تھا:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"